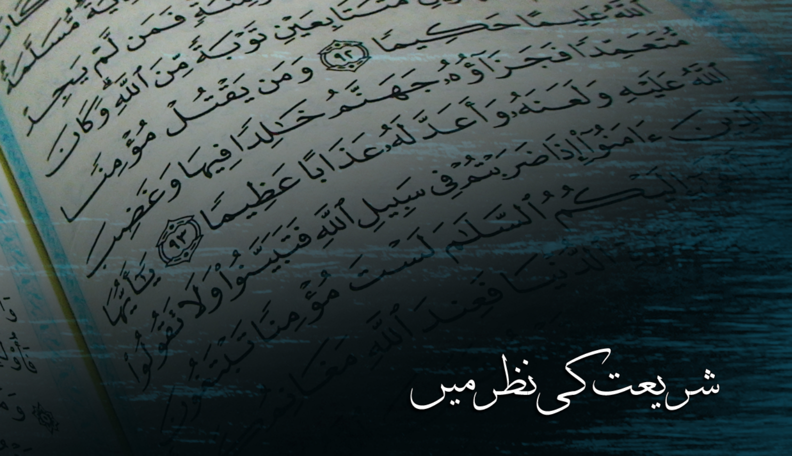


شریعت کی نظر میں

قتلِ ناحق

کی حرمت و ممانعت

عوامی مقامات پر دھماکوں کے حوالے سے ایک اہم فتویٰ

شیخ عطیۃ اللہ حفظہ اللہ

جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے، اس کی سزا جہنم ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہو گی۔ اور اللہ نے اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (النساء:93)

ادارہ حطین

شریعت کی نظر میں

قتلِ ناحق

کی حرمت وممانعت

(عوامی مقامات پر دھماکوں کے حوالے سے ایک اہم فتویٰ)

بقلم

شیخ عطیۃ اللّٰہ حفظہ اللّٰہ

مترجم:

مولانا عبید الرحمٰن حفظہ اللّٰہ

ادارۂ حطین

- نامِ کتاب: شریعت کی نظر میں قتلِ ناحق کی حرمت و ممانعت
- نامِ مؤلف: شیخ عطیہ حفظہ اللہ
- نامِ مترجم: مولانا عبید الرحمٰن حفظہ اللہ
- تاریخِ اشاعت: ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
- تعداد: ۲۰۰۰
- ناشر: ادارۂ حطین
- قیمت:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

سوال

اللہ تعالیٰ اہلِ علم و دین کی حفاظت ونگہبانی فرمائیں اور راہِ حق پر انھیں ثابت قدم رکھیں، آمین۔ محترم شیخ عطیہ (**حفظکم اللّٰہ**)! کیا ایسے دھماکوں پر جیسا کہ پشاور کے بازاروں میں (امسال ۲۰۰۹ء کے ماہ اکتوبر کے اواخر میں) ہوئے، خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا جائز ہے؟ اور کیا ان سے متاثرہ خرید وفروخت کرنے والے تاجر حضرات اور عوام الناس پر طعن و تشنیع کرنا اس بنا پر جائز ہے کہ وہ دین کے بارے میں غافل ہیں، اور محض اپنی دنیا ومعاش میں مصروف ہیں؟ جنہوں نے جہاد کو ترک کیا ہے، مجاہدین کی امداد سے منہ موڑا ہے اور مرتد حکومت کے ماتحت سکونت اختیار کر رکھی ہے؟

بتائیے کہ اس مسئلہ کے بارے میں حق کیا ہے اور دینِ اسلام ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے آپ کو بہترین جزا عطا فرمائیں، آمین۔

جواب

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ و علی آلہ وصحبہ ومن اھتدی بھداہ، أما بعد،

اس قسم کے دھماکوں پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا قطعاً جائز نہیں، نہ ہی ان دھماکوں سے متاثرہ لوگوں پر طعن و تشنیع کرنا جائز ہے۔ ایسے افعال کی مذمت کرنی چاہیے اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ ہر ایسا کام فساد، عملِ باطل، ظلم وزیادتی اور اسلامی شریعت سے تجاوز ہے۔ کوئی ایسا شخص جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو کبھی ایسے گھناؤنے جرم کے ارتکاب کا تصور بھی نہیں کر سکتا، کجا یہ کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا کوئی فرد ایسا کرے۔ اس قسم کے دھماکوں کی بابت اگر کوئی احساس اور شعور شرعاً پایا جا سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ مسلمان اس بارے میں غمگین اور افسردہ وپژمردہ ہو۔ وإنا للہ وإنا إلیہ راجعون!

جواب کی تفصیل

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس جواب کی تشریح حسب ذیل ہے:

پسند وناپسند کا ایمانی پیمانہ

عوامی مقامات میں دھماکوں پر خوشی ومسرت اس لیے ناجائز ہے کہ یہ دھماکے فتنے وفساد، ظلم وزیادتی اور شرعی احکامات سے تجاوز پر مبنی ہیں؛ اور یہ بات توہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ کسی مسلمان کو ایسے کام پر ہرگز خوش نہیں ہونا چاہیے جو ایسے اوصاف کا حامل ہو۔

درحقیقت مسلمان وہی پسند کرتا ہے جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند کیا۔ اور ایسے ہی اعمال پر خوشی ومسرت کا اظہار کرتا ہے جن میں خیر، بھلائی، نیکی، عدل، احسان، ہدایت، حق اور معروف کی صفات شامل ہوں۔ اس کے برعکس وہ ایسے افعال ناپسند کرتا ہے جو شر، فساد، ظلم، زیادتی، باطل اور منکر پر مبنی ہوں۔

پسند وناپسند کا یہ پیمانہ تسلیم کئے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا، نہ ہی اس کے بغیر شرعاً اس کا ایمان معتبر ہوسکتا ہے۔ جس شخص کو پسند وناپسند کا یہ پیمانہ قبول نہ ہو، وہ تو اپنے باطن کے اعتبار سے کافر ومنافق ہے، والعیاذ باللہ۔

قرآن وسنت ایسے دلائل سے بھرے پڑے ہیں جو اپنے لفظ ومفہوم سے اسی بات پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ عقیدہ تو دینِ اسلام کی اساسی بنیادوں میں سے ایک ہے۔ اسلام تو اپنے ظاہر و باطن کو اللہ رب العزت کے سپرد کر دینے کا نام ہے۔ اسلام کے معنی ہی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مکمل بندگی اختیار کی جائے، اس سے انتہائی محبت کی جائے، اس کے سامنے انتہائی عاجزی اور انکساری اختیار کی جائے۔ پھر یہی قلبی کیفیت عملاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکام کی پابندی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا موجب بنتی ہے۔

پس جو شخص کسی ایسی چیز سے خوش ہو، اسے پسند کرے اور اس پر راضی رہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں، برا جانتے ہیں اور اس سے ناراض ہوتے ہیں.... تو گویا اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

ایسے شخص نے اللہ تعالیٰ کے سامنے ”سپردگی“ کے اصول کی نفی کی اور یوں اللہ تعالیٰ کی بندگی سے نکل گیا، اگرچہ اس نکلنے میں کچھ تفصیل ہے.... یعنی کبھی ایسا کرنا گناہ ہوتا ہے (نہ کہ کفر) اور کبھی یہ بات بڑھتے بڑھتے کفر و نفاق تک جا پہنچتی ہے۔ یہ بات تشریح طلب ہے جسے مکمل طور پر سمیٹنا اس موقع پر ممکن نہیں، لہٰذا ہم یہاں محض مختصر اشارہ کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

اسی طرح اُس شخص کا معاملہ بھی یہی ہو گا جو کسی ایسی چیز کو ناپسند کرے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں، اس سے راضی ہوتے ہیں اور اس کا حکم دیتے ہیں۔

اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص اللہ کی ناپسندیدگی والے کام کو دل سے ناپسند تو کرے - یعنی اس کی پسند و ناپسند کا پیمانہ تو وہی ہو جو اس کے رب کو مطلوب ہے - تاہم پھر بھی یہ شخص عملاً ناراضیٔ الٰہی کے موجب اس کام کا ارتکاب کر بیٹھے۔ ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ اس نے رب کو ناراض کرنے والا کونسا عمل کیا ہے، کیونکہ اعمال کے بھی مختلف درجات ہیں۔ اگر یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ اللہ رب العزت اس کام کو ناپسند کرتے ہیں تو یہ ایک درجہ ہے؛ اور اگر قطعی نہیں ہے تو غلبۂ ظن کے تناسب سے اس کے کئی درجے بن جاتے ہیں۔

نیز ان تمام معاملات میں اللہ کے حکم کو دیکھا جائے گا کہ کیا اللہ رب العزت نے اپنی شریعت میں اس فعل پر کفر کا حکم لگایا ہے (چاہے وہ فعلِ قلب ہو یا فعلِ جوارح) یا کہ اس پر صرف معصیت کا حکم لگایا ہے۔ یہ احکام مفصل شرعی دلائل سے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ (یہاں مختصراً سمجھنے کے لئے درج ذیل مثالیں ملاحظہ کیجئے۔)

قطعی طور پر ثابت معصیت کی مثال:

فرض کیجئے کہ کوئی مسلمان یہ جانتے ہوئے شراب پیتا ہے یا زنا کرتا ہے کہ یہ حرام اعمال ہیں جنہیں اللہ ناپسند کرتا ہے، برا جانتا ہے، ان سے منع کرتا ہے اور ان پر ناراض ہوتا ہے۔ وہ ان گناہوں کی قباحت اور ناپسندیدگی تو تسلیم کرتا ہے، مگر پھر بھی ان کا مرتکب ہوتا ہے۔ وہ شرعاً ان کو ناپسند کرنے کے باوجود بھی اپنی حیوانی جبلت کی بنا پر ان کی طرف کھنچتا ہے، راغب ہوتا ہے اور ان گناہوں سے لطف اندوز بھی ہوتا ہے۔ شرعی حکم کے لحاظ سے ایسے شخص کے بارے میں یہی کہا

جائے گا کہ وہ ان گناہوں کو دل سے ناپسند کرنے کے باوجود ان کا مرتکب ہوا اور اسی لئے اس پر کفر کا حکم نہیں لگے گا، اگرچہ وہ اب بھی بہت بڑے خطرے کے دہانے پر ہے (اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے)۔ یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ: "زناکار جب زنا کر رہا ہوتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، نہ ہی شراب پینے والا شراب پیتے ہوئے مومن ہوتا ہے"۔ گویا کہ ارتکابِ فعل کے دوران اس سے صفتِ ایمان کی نفی کی گئی ہے، مگر خوارج کے برخلاف اہلِ سنت کا اجماع ہے کہ اس فعل سے (یہ مسلمان) کافر نہیں ہوتا، بلکہ فاسق ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ واسعہ اور لطف وانعام ہے کہ اللہ رب العزت نے ان افعال کے مرتکب کو کافر اور خارج از اسلام نہیں قرار دیا، وگرنہ اللہ جل شانہ چاہتے تو ایسا کر سکتے تھے۔ اے اللہ! بلاشبہ تمام تعریف وثنا کا مستحق تو ہی ہے کہ تو نے ہم پر اتنی وسیع رحمت اور عظیم مہربانی کی۔

ظنی طور پر ثابت معصیت کی مثال:

فرض کیجئے کہ کوئی شخص اپنی شہوات ولذات کی اتباع میں صغیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی (مسلمان) تمباکو نوشی کرتا ہے یا حرام کردہ گانے اور موسیقی سنتا اور ان سے محظوظ ہوتا ہے، چاہے اسے حرمت کا یقینی علم ہو یا وہ محض اپنے ذہن میں پائے جانے والے شبہ کی بنا پر ان کی حرمت تسلیم کرنے کے معاملے میں شک میں پڑا ہو۔

کفریہ کاموں کی مثال:

فرض کیجئے کہ کوئی مسلمان ایسے کام کا مرتکب ہو جس کے بارے میں اللہ کا حکم ہے کہ وہ کفر ہے۔ مثلاً وہ شخص جو یہود، نصاریٰ، ہندوؤں، بدھ مت کے ماننے والوں یا ان دیگر کافروں اور اللہ کے دشمنوں سے محبت کرے جن کا کفر عیاں ہے؛ یا وہ شخص جو کفار کے مذہب اور ان کے طور طریقوں کو پسند کرے اور ان پر راضی ہو؛ یا وہ جو منجملہ اللہ کی شریعت کو ناپسند کرے اور اس سے بغض رکھے، یا اس شریعت میں سے کوئی ایسا جزو ناپسند کرے جس کا شریعت اور اللہ کے احکام میں سے ہونا اسے بالیقین معلوم ہو.... تو ان اعمال کے سبب یہ لوگ کافر ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ .ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ (محمد:۸،۹)

”اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے ہلاکت ہے اور اللہ ان کے اعمال برباد کر دے گا۔ یہ اس لئے کہ اللہ نے جو چیز نازل فرمائی انہوں نے اس کو ناپسند کیا تو اللہ نے بھی ان کے اعمال اکارت کر دیئے“۔

اور فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ. ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ.فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ.ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ (محمد:۲۵۔۲۸)

”جو لوگ راہِ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد پیٹھ دے کر پھر گئے شیطان نے (یہ کام) ان کو مزیّن کر دکھایا اور انہیں طول (عمر کا وعدہ) دیا۔ یہ اس لئے کہ جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی (کتاب) سے بیزار ہیں یہ ان سے کہتے ہیں کہ بعض کاموں میں ہم تمہاری بات بھی مانیں گے اور اللہ ان کے پوشیدہ مشوروں سے واقف ہے۔ تو اس وقت (ان کا) کیا (حال) ہو گا جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے اور ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر مارتے جائیں گے۔ یہ اس لئے کہ جس چیز سے اللہ ناخوش ہے، یہ اس کے پیچھے چلے اور اس کی خوشنودی کو اچھا نہ سمجھے تو اس نے بھی ان کے اعمال کو برباد کر دیا“۔

پسند و ناپسند کے معاملے میں تاویل کا حکم:

پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص کسی چیز کو پسند یا پسند کرنے کے معاملے میں تاویل کرے۔ مثلاً کوئی یہ سمجھے کہ فلاں خاص مسلمان کو قتل کیا جانا چاہیے اور اس کے مرنے پر وہ خوشی اور مسرت کا اظہار بھی کرے کیونکہ اسے یقین ہے کہ وہ شخص فاسق، فاجر اور شرعاً قتل کا مستحق ہے۔ عین

ممکن ہے کہ اس کا یہ مؤقف اور اس پر مبنی تاویل درست ہو، لیکن اس کے برعکس ہونا بھی ممکن ہے (چنانچہ ایسے ہر معاملے کی علیحدہ علیحدہ جانچ کرنے کے بعد ہی ایسا کرنے والے کے بارے میں کوءی رائے دی جاسکتی ہے)۔ البتہ یہ بات واضح رہنا اہم ہے کہ یہ سوچ کسی خاص شخص کے بارے میں تو درست ہوسکتی ہے لیکن بالعموم مسلمانوں کے بارے میں ایسا تصور کرنا ناممکنات میں سے ہے کیونکہ ان میں سے بیشتر افراد کی حالت کا ہمیں علم نہیں ہوتا۔ اسی طرح ان کے مختلف گروہوں کے حالات بھی معلوم نہیں ہوتے جن میں ان کی اولادیں، خواتین، سن رسیدہ اشخاص اور بزرگ افراد، باختلافِ مراتب، شامل ہیں۔ لہذا یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی مسلمان ان سب کے مرنے، ہلاک ہونے اور نیست ونابود ہونے پر خوش وخرم ہو!

مسلمانوں کی تکلیف پر خوش ہونا منافقین کی صفت ہے:

اللہ تعالیٰ تو اسے منافقوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَـيْـــًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ﴾ (ال عمران: ۱۲۰)

”اگر تمہیں آسودگی حاصل ہو تو اُن کو بُری لگتی ہے اور اگر تمہیں رنج پہنچے تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر تم تکلیفوں کو برداشت اور (اُن سے) کنارہ کشی کرتے رہو گے تو اُن کا فریب تمہیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اُس کا احاطہ کئے ہوئے ہے“۔

اور فرمایا:

﴿اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ﴾ (التوبة: ۵۰)

”(اے پیغمبر ﷺ!) اگر تمہیں آسائش حاصل ہوتی ہے تو ان کو بُری لگتی ہے اور اگر کوئی مشکل پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا کام پہلے ہی (درست) کر لیا تھا اور خوشیاں مناتے لوٹ جاتے ہیں“۔

گویا یہ عمل منافقوں کی صفات میں سے ہے کہ وہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کو تکالیف اور مصیبتوں میں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اور جب مسلمانوں کو خیر میں پاتے ہیں تو افسردہ ہو جاتے ہیں اور برا مناتے ہیں۔

فصل: خوشی اور غم شریعت کے تناظر میں

انسان کے بہت سے جذبات، احساسات اور وجدانی کیفیات ایسی ہیں جو تکلیفی افعال کے زمرے میں شامل ہیں (یعنی جنہیں شریعت کے تابع بنانے کا بوجھ و تکلیف ہمارے اوپر ڈالے گئے ہیں اور جن کے بارے میں کل عند اللہ ہمیں جواب بھی دینا ہوگا)۔ چنانچہ ایک مکلف انسان کے جملہ افعال میں دل کے وہ افعال بھی شامل ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ البتہ وہ احساسات اور جذبات اس سے مستثنیٰ ہیں جو کہ فطرتاً انسانی جبلت میں ودیعت کر دیے گئے ہیں، جن پر قابو پانا انسان کے بس میں نہیں اور نہ ہی اسے ان پر قدرت حاصل ہے۔ جیسا کہ اہل و عیال کے بارے میں انسان کی طبعی محبت یا ایسے ہی دیگر جذبات ہوتے ہیں۔ نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ ارشادِ مبارک اسی سمت اشارہ کرتا ہے جو آپ نے ازواجِ مطہرات کے درمیان تقسیم کے وقت فرمایا:

"اللّهم هذا قَسْمي فيما أملك فلا تلمني فيما لا أملِك".

”اے اللہ! میں نے وہ کچھ تقسیم کر دیا جس پر میں قادر ہوں۔ پس مجھے اس بارے میں ملامت نہ کیجئے گا جس پر میں قادر نہیں“۔

خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ﴾

”اللہ کسی نفس پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا“۔

نیز فرمایا:

﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ﴾

”اے ہمارے پروردگار! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہیں“۔

سو خوشی و مسرت جیسے احساسات ہوں یا غم، افسوس اور دکھ جیسے جذبات، سوائے ان جذبات کے جو انسان کی قدرت سے باہر ہوں، یہ تمام کے تمام ان قلبی افعال میں داخل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ

کے حکم کے تابع ہونا چاہیے۔ یہ تمام افعال بالعموم ایک جامع اصل کی طرف لوٹتے ہیں اور وہ ہے: ”محبت اور بغض“۔

پس مسلمان پر لازم ہے کہ اس کے احساسات اور کیفیات شریعت کے تابع ہوں اور اس کے ضابطوں پر پورا اتریں۔ وہ اللہ کی پسند کو پسندیدہ جانے، اسی پر خوش اور مسرور ہو اور اسی سے مانوس و مطمئن رہے۔ اور اللہ کی ناپسند کو ناپسندیدہ جانے، اس پر غمزدہ وافسردہ ہو، اور پژمردگی اس پر چھا جائے ۔

ان تمام کیفیات کے بارے میں شریعت نے تفصیلی احکامات بھی دیئے ہیں۔ یہ تفاصیل اہلِ علم کی کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ یہاں میں ان میں سے چند ایک کی طرف مختصراً اشارہ کروں گا۔

خوشی اور مسرت:

اللہ جل شانہ نے حکم دیا ہے کہ اس کے بندے اس کے فضل و کرم پر خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ ھُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ (یونس:۵۸)

”کہہ دو کہ (یہ کتاب) اللہ کے فضل اور اُس کی مہربانی سے (نازل ہوئی ہے) تو چاہیے کہ لوگ اس سے خوش ہوں، یہ اُس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں“۔

پس بندے کو چاہیے کہ اللہ کے فضل و کرم، لطف واحسان اور ہدایت وتوفیق میں سے جو بھی دنیوی اور اخروی نعمتیں، احساناتِ الٰہی اور اکراماتِ ربانی اسے نصیب ہوں، وہ ان پر خوش ہو۔ یہاں خوشی کا مطلب دل کا وہ سرور ہے جو دل، زبان اور جسم تینوں سے اللہ کے شکر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

یہاں علماء کا بیان کردہ یہ نکتہ بھی توجہ طلب ہے کہ شریعت کی زبان میں اور کتاب اللہ کی لغت میں خوشی (فرح) کا لفظ زیادہ تر مذمت کے پیرائے میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرامین سے معلوم ہوتا ہے:

﴿فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ اَبۡوَابَ كُلِّ شَىۡءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوۡا بِمَاۤ اُوۡتُوۡۤا اَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً فَاِذَا هُمۡ مُّبۡلِسُوۡنَ﴾ (الأنعام:۴۴)

"پھر جب انہوں نے اُس نصیحت کو جو انھیں کی گئی تھی، فراموش کر دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ وہ جب اُن چیزوں سے جو انھیں دی گئی تھیں، خوب خوش ہو گئے تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا اور پھر وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے"۔

﴿اِنۡ تُصِبۡكَ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡكَ مُصِيۡبَةٌ يَّقُوۡلُوۡا قَدۡ اَخَذۡنَاۤ اَمۡرَنَا مِنۡ قَبۡلُ وَيَتَوَلَّوۡا وَّهُمۡ فَرِحُوۡنَ﴾ (التوبة: ۵۰)

"(اے پیغمبر ﷺ!) اگر تمہیں آسائش حاصل ہوتی ہے تو ان کو بُری لگتی ہے اور اگر کوئی مشکل پڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا کام پہلے ہی (درست) کر لیا تھا اور خوشیاں مناتے لوٹ جاتے ہیں"۔

﴿اِنَّ قَارُوۡنَ كَانَ مِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰى فَبَغٰى عَلَيۡهِمۡ ۖ وَاٰتَيۡنٰهُ مِنَ الۡكُنُوۡزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوۡٓاُ بِالۡعُصۡبَةِ اُولِى الۡقُوَّةِ ۚ اِذۡ قَالَ لَهٗ قَوۡمُهٗ لَا تَفۡرَحۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡفَرِحِيۡنَ﴾ (القصص:٧٦)

"قارون موسیٰؑ کی قوم میں سے تھا اور ان پر ظلم کرتا تھا، اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ اُن کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتی تھیں۔ جب اُسے اُس کی قوم نے کہا کہ اِتراؤمت کیونکہ اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

﴿فَرِحَ الۡمُخَلَّفُوۡنَ بِمَقۡعَدِهِمۡ خِلٰفَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوۡۤا اَنۡ يُّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَقَالُوۡا لَا تَنۡفِرُوۡا فِى الۡحَـرِّ ؕ قُلۡ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوۡ كَانُوۡا يَفۡقَهُوۡنَ﴾ (التوبة:۸۱)

"جو لوگ (غزوۂ تبوک میں) پیچھے رہ گئے، وہ پیغمبر الٰہی سے پیچھے بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے اور اس بات کو ناپسند کیا کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کریں، اور وہ (اَوروں

سے بھی) کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلنا۔ پس (ان سے) کہہ دو کہ دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے، کاش یہ (اس بات کو) سمجھتے"۔

﴿وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ.وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ.اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ (هود:۹۔۱۱)

"اور اگر ہم انسان کو اپنے پاس سے نعمت بخشیں، پھر اس سے چھین لیں تو ناامید (اور) ناشکرا (ہو جاتا) ہے۔ اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد آسائش کا مزہ چکھائیں (تو خوش ہو کر) کہتا ہے کہ (آہا) سب سختیاں مجھ سے دُور ہو گئیں۔ بیشک وہ خوشیاں منانے والا (اور) فخر کرنے والا ہے۔ ہاں! جنہوں نے صبر کیا اور نیک اعمال کئے، یہی لوگ ہیں جن کے لئے بخشش اور اجرِ عظیم ہے"۔

﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ﴾ (الرعد:۲۶)

"اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کا چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے، اور کافر لوگ دنیا کی زندگی پر خوش ہو رہے ہیں اور دنیا کی زندگی آخرت (کے مقابلے) میں (بہت ہی) تھوڑا فائدہ ہے"۔

﴿لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ (الحدید:۲۳)

"تا کہ جو تمہارے ہاتھ نہیں آیا، اس کا غم نہ کھایا کرو اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترایا نہ کرو، اور اللہ کسی اترانے اور شیخی بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا"۔

"خوشی" (فرح) کا لفظ ان آیاتِ کریمہ میں عموماً اس خوشی کے لیے استعمال ہوا ہے جو حد سے بڑھ کر عجب، غرور اور تکبر کی طرف لے جاتی ہے، یا ایسی چیز پر خوشی، جس پر مومن کو خوش نہیں ہونا چاہیے۔ (بلاشبہ ایسی ہر خوشی شریعت میں مذموم ہے۔)

پھر قرآن نے جہاں مذموم خوشی کا ذکر کیا، وہیں محمود خوشی کا ذکر بھی کیا ہے، مثلاً وہ خوشی جو کافروں کے مقابلے میں اللہ کی مدد ونصرت حاصل ہونے سے ہوتی ہے۔ اسی طرح ایسے موقع پر ہونے والی خوشی جب مسلمانوں کے حق میں نسبتاً کم ضرر رساں کفار ،زیادہ ضرر رساں کفار پر غلبہ پا لیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ.بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ (الروم:۴،۵)

”چند ہی سال میں (رومی دوبارہ غالب آئیں گے)۔ (غلبہ ومغلوبیت سمیت) ہر معاملہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے، پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے، اللہ کی مدد ونصرت دیکھ کر۔ وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ غالب (اور) مہربان ہے“۔

اسی طرح وہ خوشی بھی محمود ہے جو نبیٔ اکرم ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث میں بیان ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من سرّته حسنته، وساءته سيئتُهُ فذلكم المؤمن".

”جسے اس کی نیکی خوش کرے اور اس کی برائی غمگین کرے تو وہی مومن ہے“۔[1]

غم، افسردگی اور افسوس:

قرآن کریم میں بالعموم ایسی کیفیات سے منع کیا گیا ہے یا انہیں منفی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ کتاب وسنت اپنے اوپر ایسی کیفیات طاری کرنے کا حکم نہیں دیتے۔ ہاں! البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے انسان کی آسانی اور راحت کے لیے ان کیفیات کو بعض مواقع پر مباح اور جائز قرار دیا ہے۔ مثلاً وہ مواقع جن پر غمگین ہونا انسان میں فطرتاً ودیعت کر دیا گیا ہے، ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔

[1] الجامع الترمذي؛ كتاب الفتن، باب ما جاء في لزوم الجماعة

قرآن میں بہت سے مقامات پر اللہ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ اور مومنین کو غمزدہ ہونے سے منع فرمایاہے۔ ارشاداتِ باری تعالیٰ ہیں:

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ﴾ (النحل:۱۲۷)

"صبر کرو اور تمہارا صبر بھی اللہ ہی کی مدد سے ہے، اور ان (کافروں) کے بارے میں غم نہ کرو اور جو بد اندیشی یہ کرتے ہیں، اس سے تنگدل نہ ہو"۔

﴿لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ (الحجر:۸۸)

"اور ہم نے کفار کی کئی جماعتوں کو جو (فوائد دنیوی سے) متمتع کیا ہے، تم ان کی طرف (رغبت سے) آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنا اور نہ ان کے حال پر تاسف کرنا، اور مومنوں سے خاطر اور تواضع سے پیش آنا"۔

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ (ال عمران:۱۳۹)

"اور (دیکھو) بے دِل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا، اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے"۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیں بتاتے ہیں کہ شیطان یہی چاہتا ہے کہ مومنین غمگین ہوں۔

﴿إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ (المجادلة: ۱۰)

"(کافروں کی) سرگوشیاں تو شیطان (کی حرکات) میں سے ہیں (جو) اس لئے (کی جاتی ہیں) کہ مومن (ان سے) غمگین ہوں، مگر اللہ کے حکم کے بغیر انہیں ان (سرگوشیوں) سے کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ سو مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسا کریں"۔

اور نبی اکرم ﷺ نے بھی خوابوں کی بعض اقسام کے بارے میں فرمایاہے کہ:

"ورؤيا تحزينٌ من الشيطان".

"ایسا خواب جو شیطان کی طرف سے غم دلانے کا باعث ہو"۔ [2]

نیز نبیٔ اکرم ﷺ غم و رنج سے بہت پناہ مانگا کرتے تھے، اور غم کو ختم کرنے کے طریقے بتلاتے تھے۔ اس بارے میں احادیث مشہور ہیں۔

البتہ بعض مواقع پر ایک طبعی سلیم الفطرت انسانی کیفیت کے طور پر اس کے جائز اور مباح ہونے کی دلیلیں بھی موجود ہیں۔ ان میں سے ایک خود نبی ﷺ کا اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات کے وقت کا اسوہ ہے، جو کہ صحیحین اور کتبِ سنن میں روایت کیا گیا ہے۔ یہاں ہم صحیح بخاری کے الفاظ نقل کر رہے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابو سیف لوہار کے یہاں گئے جن کی زوجہ ابراہیم کو دودھ پلاتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم کو بوسہ دیا اور انہیں سونگھا۔ بعد میں ہم دوبارہ ابراہیم کے پاس گئے جبکہ وہ حالت نزع میں تھے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا: "کیا آپ بھی اے اللہ کے رسول؟!" آپ ﷺ نے فرمایا: "اے ابن عوف! یہ تو رحمت ہے"۔ پھر آپ ﷺ نے دوبارہ یہی دوہرایا اور فرمایا:

"إن العينَ تدمَعُ والقلبَ يحزَنُ ولا نقول إلا ما يرضي ربَّنا وإنا بفراقك يا إبراهيمُ لمحزونون".

"آنکھ نم ہے اور دل غمگین، مگر ہم (زبان سے) صرف وہی کہتے ہیں جو رب کو راضی کرے۔ اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر بہت افسردہ ہیں"۔ [3]

اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ ہے جس میں وہ یوسف علیہ السلام کے لیے پریشان ہوتے ہیں۔ اس کا ذکر اللہ عزوجل نے یوں کیا:

---

[2] صحيح المسلم؛ كتاب الرؤيا، باب في كون الرؤيا من الله وأنها جزء من النبوة

[3] صحيح البخاري؛ كتاب الجنائز، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم إنا بک لمحزونون

﴿قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ﴾

(یوسف:۱۳)

"انہوں نے کہا کہ یہ امر مجھے غمناک کرتا ہے کہ تم اسے لے جاؤ(یعنی وہ مجھ سے جدا ہو جائے)اور مجھے یہ بھی خوف ہے کہ تم (کھیل میں) اس سے غافل ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے"۔

اور فرمایا:

﴿قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ. وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰي يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ. قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ. قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

(یوسف:۸۳۔۸۶)

"(جب انہوں نے یہ بات یعقوب علیہ السلام سے آکر کہی تو) انہوں نے کہا کہ (حقیقت یوں نہیں) بلکہ یہ بات تم نے اپنی طرف سے گھڑلی ہے تو صبر ہی بہتر ہے۔ عجب نہیں کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے، بیشک وہ دانا(اور) حکمت والا ہے۔ پھر وہ اُن کے پاس سے چلے گئے اور کہنے لگے کہ ہائے افسوس یوسف (ہائے افسوس!) اور رنج و الم میں (اس قدر روئے کہ) ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور ان کا دل غم سے بھر رہا تھا۔ بیٹے کہنے لگے کہ واللہ! اگر آپ یوسف کو اسی طرح یاد کرتے رہے تو آپ یا تو بیمار ہو جائیں گے یا جان ہی دیدیں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں تو اپنے رنج و غم کا اظہار اللہ ہی سے کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"۔

پھر اس امر کے جواز پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیٔ اکرم ﷺ اور ان کے بعض صحابہ کے بارے میں بغیر کوئی تبصرہ کیے ذکر کیا کہ وہ غمگین ہوئے تھے۔ قرآن کے ارشادات ہیں:

﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ (الأنعام:۳۳)

"ہمیں معلوم ہے کہ ان (کافروں) کی باتیں تمہیں رنج پہنچاتی ہیں (مگر) یہ تمہاری تکذیب نہیں کرتے بلکہ (یہ) ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں"۔

اور فرمایا:

﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ. اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (التوبة:۹۳-۹۱)

"نہ تو ضعیفوں پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیماروں پر، اور نہ ان پر جن کے پاس خرچ ہی موجود نہیں (کہ جہاد میں شریک ہو سکیں،) جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر اندیش (اور دل سے ان کے ساتھ) ہوں۔ نیکوکاروں پر کسی طرح کا الزام نہیں ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور نہ ان (بے سروسامان) لوگوں پر (الزام) ہے جو تمہارے پاس آئے کہ انھیں سواری دو (تاکہ وہ جہاد میں شریک ہو سکیں) اور تم نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں۔ سو وہ لوٹ گئے، اس حال میں کہ غم کے سبب ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ ان کے پاس (شرکتِ جہاد کے لئے) خرچ موجود نہیں۔ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو دولت مند ہیں اور (پھر) تم سے (جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنے کی) اجازت طلب کرتے ہیں، (یعنی) اس بات پر خوش ہیں کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ (گھروں میں بیٹھ) رہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، پس وہ سمجھتے ہی نہیں"۔

نیز ایک قسم کے غم کو مستحب بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ کسی نیک کام نہ کرسکنے پر غمگین وپشیمان ہونا، جیسا کہ مذکورہ بالا آیت سے واضح ہوتا ہے۔ اسی طرح معصیت کے ارتکاب پر ندامت اور افسردگی توبہ کا جزو ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ ایسی صورتوں میں افسردہ ہونا مستحب ہو۔ پھر مسلمانوں کو مصائب، مشاکل اور تکالیف میں دیکھ کر غمگین ہونا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق وعادات سے قریب تر ہے اور نفسِ انسانی کے کمال وفطرتِ سلیمہ کا بھی یہی تقاضہ ہے۔ نیز مسلمانوں کے غم میں شریک ہونا خود ایک عبادت اور اخلاق کی اعلیٰ مثال ہے، واللہ اعلم۔

پہلا فائدہ: حضرت یعقوبؑ کا شدتِ غم کیا معنیٰ رکھتا ہے؟

حضرت یعقوب علیہ السلام کی افسردگی کے بارے میں علماء نے کئی توجیہات پیش کی ہیں۔ امام قرطبیؒ نقل کرتے ہیں:

"علامہ نحاسؒ نے کہا: اگر کوئی قوم یہ پوچھے کہ حضرت یعقوب - اللہ ان پر اور ہمارے نبی پر درود وسلام بھیجے - کا شدتِ غم کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ تو ہمارے علماء اس بارے میں تین جواب دیتے ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں تو انہیں ان کے دین کی حالت کے بارے میں خوف لاحق ہوا۔ لہذا وہ شدید افسردہ ہوئے [یعنی ان کے غم کا سبب دین تھا۔ وہ دین کے لیے غمزدہ تھے۔ گویا آپ کا غم بھی ایک نیکی تھا کیونکہ اس کی پشت پر دین کے لئے اخلاص اور غم خواری کے جذبات پائے جاتے تھے۔ ایسا غم غیرتِ دینی اور بھلائی کا باعث بنتا ہے!]

دوسرا قول یہ ہے کہ: آپ اس بات پر غمگین اور نادم تھے کہ آپ نے حضرت یوسفؑ کو کیوں اتنی چھوٹی عمر میں ان کے بھائیوں کے حوالے کر دیا تھا۔ اور تیسرا قول، جو کہ سب سے زیادہ واضح ہے، یہ ہے کہ غمگین ہونا مطلقاً منع نہیں [مراد یہ ہے کہ ہر قسم کا غم منع نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ فطری اور غیر فطری میں تفریق کی جائے]۔ حرام تو واویلا مچانا، کپڑوں کو پھاڑنا اور اول فول بکنا ہے۔ نبیؐ اکرم ﷺ نے تو خود فرمایا ہے کہ: "آنکھ نمناک ہے اور دل غمگین، مگر ہم وہ بات نہیں کہتے جس

سے اللہ ناراض ہو"۔ اس کی وضاحت اللہ رب العزت نے ان الفاظ سے کی: (فھو کظیم)، یعنی ان کا دل غم سے بھرا ہوا تھا، مگر وہ اس غم کو روکتے تھے نہ کہ اس کا بھرپور اظہار کرتے۔ اسی لفظ سے کظم الغیظ ہے یعنی "غصے کو پی جانا"۔ پس مکظوم وہ شخص ہوتا ہے جس کے لیے غم ظاہر کرنے کی راہ بند ہو"۔[4]

دوسرا فائدہ: غم کی ممانعت سے کیا مراد ہے؟

قرآن و حدیث کے کئی مقامات پر غم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس ممانعت کے بارے میں علماء کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی دو ممکنہ توجیہات ہیں:

اول یہ کہ اس سے مراد غم کی وہ مقدار ہے جو فطری حد سے زائد ہو اور جس کے ضبط و تحمل پر انسان قدرت رکھتا ہو۔ کیونکہ ایسا غم بہت سی برائیوں کا سبب بن سکتا ہے؛ چاہے یہ نماز و جہاد جیسے نیک اعمال چھوڑنے کا سبب بنے یا نوحہ گری، مارنے پیٹنے اور کپڑے پھاڑنے جیسے حرام اعمال کے ارتکاب کا! اسی طرح یہ غم.... بے صبری اور تھڑ دلی جیسی ان مذموم کیفیات کا باعث بھی بن جاتا ہے جن سے شریعت نے منع کیا ہے اور جو صبر کرنے کے حکم سے متصادم ہیں۔ پس ایسی حالت میں ایک بندۂ مومن کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے غم کو روکے، اس پر صبر کرے اور اس سے پناہ مانگے۔

دوم یہ کہ غم سے منع کرنے سے مقصود ان اسباب سے منع کرنا ہے جو غم طاری کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ چنانچہ شیخ طاہر بن عاشور رحمہ اللہ آیتِ مبارکہ میں وارد ہونے والے الفاظ (ولا تھنوا ولا تحزنوا) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والوهنُ والحزن حالتان للنفس تنشآن عن اعتقاد الخيبة والرزء فيترتّب عليهما الاستسلامُ وتركُ المقاومة، فالنهي عن الوهن والحزن في الحقيقة نهي عن سببهما...".

---

[4] تفسير القرطبي؛ سورة يوسف، آية 84

"پست ہمتی اور غم نفسِ انسانی کی دو ایسی حالتیں ہیں جو تبھی جنم لیتی ہیں جب دل اس بات کا قائل ہو جائے کہ اب ناکامی اور خسارے کے سوا کوئی صورت نہیں۔ پھر یہ دونوں کیفیتیں عملاً ہتھیار پھینک دینے اور مزاحمت ترک کرنے پر منتج ہوتی ہیں۔ پس پست ہمتی اور غم سے منع کرنے سے مقصود درحقیقت ان اسباب سے منع کرنا ہے جو ان کیفیتوں کو جنم دیتے ہیں"۔[5]

"افسوس" بھی غم کے قریب یا اسی کے ہم معنی لفظ ہے جس سے اللہ نے اپنے رسول ﷺ اور مومنین کو منع فرمایا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (المائدۃ:٦٨)

"کہہ دیجئے کہ اے اہلِ کتاب! جب تک تم تورات اور انجیل، اور ان (دیگر کتابوں کو جو) تمہارے رب کی طرف سے تم لوگوں پر نازل ہوئیں، قائم نہ رکھو گے، کچھ بھی راہ پر نہیں ہو سکتے۔ اور (اے نبی! یہ قرآن) جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے، اس سے اُن میں سے اکثر کی سرکشی اور کفر اور بڑھے گا۔ پس آپ قومِ کفار پر کچھ افسوس نہ کریں"۔

﴿قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (المائدۃ:٢٦)

"(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ وہ ملک ان پر چالیس برس تک کے لئے حرام کر دیا گیا (کہ وہاں جانے نہ پائیں گے اور جنگل کی) زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ پس ان نافرمان لوگوں کے حال پر افسوس نہ کرو"۔

---

[5] التحرير والتنوير، سورة ال عمران، آية 139

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ. لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ﴾ (الحدید:۲۳،۲۲)

”کوئی مصیبت بھی خواہ زمین پر پیش آئے یا تمہاری جانوں میں، اس سے قبل کہ ہم اسے پیدا کریں، ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے، (اور) یہ کام اللہ کے لئے (بہت) آسان ہے۔ تاکہ جو تمہارے ہاتھ نہیں آیا، اس کا غم نہ کھایا کرو اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترایا نہ کرو، اور اللہ کسی اترانے اور شیخی بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا“۔

فصل: قتلِ ناحق کا خطیر جرم

آیئے اب اپنے اصل موضوع کی طرف واپس آتے ہیں۔ یہ امر تو اظہر من الشمس ہے کہ مسلمانوں کے بازاروں میں اس قسم کے دھماکے ظلم وزیادتی، فتنہ وفساداور اسلامی شریعت سے تجاوز پر مبنی ہیں۔ یہ بات صرف علماء ہی نہیں، تمام مسلمان جانتے ہیں، کیونکہ ان دھماکوں کا نشانہ معصوم مسلمان ہوتے ہیں، اللہ کا حرام کردہ خون بہتا ہے، دسیوں مسلمان مارے جاتے ہیں، دسیوں زخمی ہوتے ہیں اور مسلمانوں کے اموال واملاک تباہ ہوتے ہیں۔ یقیناً ان دھماکوں سے ہونے والا نقصان اور خسارہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

مسلمان کے خون کی حرمت ضروریاتِ دین میں سے ہے، ان امور میں سے ہے جن کا علم لا محالہ ہر مسلمان کو ہوتا ہے۔ خونِ مسلم کے معاملے میں شریعتِ مطہرہ کی شدت اور سختی معروف ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ شریعت کی نگاہ میں یہ فعل کتنا قبیح ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کے بعد بدترین کبیرہ گناہ یہی ہے۔

قتلِ ناحق کی حرمت، آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں واضح، محکم اور صریح آیات کے ذریعے قتلِ ناحق سے منع فرمایا ہے، اس کے لیے بے شمار مختلف دلائل پیش کئے ہیں اور اس حکم کو بار بار دہرایا بھی ہے۔ کئی مقامات پر قتلِ ناحق کی حرمت اور اس فعل کی مذمت کو شرک باللہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ یہ نافرمان جابروں اور سرکش فاجروں کا فعل ہے جن پر اللہ کا غضب لازم ہے۔ رب تعالیٰ نے یہ بھی بتلایا ہے کہ نفسِ انسانی کو بغیر حق کے قتل کرنا کسی طور جائز نہیں۔ یعنی جب تک از روئے شریعت کوئی شخص قتل کا مستحق نہ ہو، تو اس کی جان نہیں لی جا سکتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ جس نے کسی شخص کو ناحق قتل کیا تو اس نے ایسے بھیانک مجرمانہ فعل کا ارتکاب کیا، رب العزت کے سامنے ایسی جرأت اور سرکشی کا مظاہرہ کیا اور ایسا عظیم فساد برپا کیا کہ گویا وہ تمام انسانیت کا قاتل ہو۔

﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ﴾
(المائدۃ:۳۲)

"اس (قتل) کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جس شخص نے کسی کو (ناحق) قتل کیا، (یعنی) بغیر اس کے کہ کسی جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے، اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اُس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا۔ اور ان لوگوں کے پاس ہمارے پیغمبر روشن دلائل لے کر آئے ہیں، پھر اس کے بعد بھی ان میں بہت سے لوگ زمین میں دست درازی کرتے ہیں"۔

کتابُ اللہ نے یہ بھی بتایا کہ اس بات کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو قتل کرے، ماسوائے غلطی سے۔ اس اندازِ بیان سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان اور اس بھیانک عمل کے درمیان کیسا بُعد المشرقین پایا جاتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـــًٔا﴾ (النساء:۹۲)

"اور کسی مومن کو شایاں نہیں کہ مومن کو مار ڈالے مگر بھولے سے"۔

پھر یہ خبر بھی دی گئی کہ جو شخص کسی مومن کو قصداً قتل کرے تو وہ زبردست بادشاہ، اللہ جل جلالہ کے سخت عذاب وعقاب کا مستحق ہے:

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ (النساء:۹۳)

"اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا، اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا، اور ایسے شخص کے لئے اُس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

ہم اللہ سے سلامتی اور عافیت کی دعا کرتے ہیں۔ اس آیت میں مذکور جہنم کی وعید کے بارے میں صحیح بات یہ ہے، جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، کہ ایک مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا مسلمان اگرچہ جہنم میں سخت عذاب کا مستحق ہو گا، مگر وہ کفار ومشرکین کی طرح ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔ کتاب وسنت کے قطعی دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ توحید پرست کفار کی مانند ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گے۔ چنانچہ اس آیت میں مذکور وعید سے دراصل یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا شخص جہنم میں انتہائی شدید اور طویل عذاب میں ڈالا جائے گا، والعیاذ باللہ۔ نصیحت پکڑنے والوں کے لیے اور جلد بازوں کو لگام دینے کے لیے تو یہی آیتِ مبارکہ کافی ہونی چاہیے۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل!

قتلِ ناحق کی حرمت، احادیثِ نبویہ کی روشنی میں

کتبِ سنت میں اس حوالے سے اتنی احادیث ہیں کہ انہیں شمار کرنا مشکل ہے۔ ان میں سے فقط چند یہاں نقل کئے دیتے ہیں۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"اجتنبوا السبعَ الموبقات، قيل يا رسول الله وما هن؟ قال : الشركُ بالله والسحر وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق وأكل مال اليتيم وأكل الربا والتولي يوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات".

"سات (موبقات یعنی) ہلاکت میں ڈالنے والے امور سے بچو۔ کہا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، ناحق کسی ایسی جان کو ہلاک کرنا جسے اللہ نے حرام کیا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جنگ کے موقع پر پیٹھ موڑ کر بھاگنا اور بے خبر پاک دامن مومن عورتوں پر تہمت باندھنا"۔

صحیحین ہی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"أول ما يقضى بين الناس يوم القيامة في الدماء".

”قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں کے درمیان خون کے بارے میں فیصلے ہوں گے“۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ناحق خون بہانے کا اللہ کے یہاں کیا مقام ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لن يزال المؤمنُ في فُسْحةٍ من دينه ما لم يُصب دمًا حرامًا".

”مومن اس وقت تک اپنے دین کے معاملے میں وسعت میں رہے گا جب تک کہ وہ حرام خون نہ بہائے“۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"إن من ورطات الأمور التي لا مخرج لمن أوقع نفسه فيها سفكَ الدم الحرام بغير حله".

”حرام خون کو ناجائز طور پر بہانا ان گنجلک امور میں سے ہے جن میں اپنے آپ کو ڈالنے والا دوبارہ ان سے باہر نکلنے کی راہ نہیں پاتا“۔

اے اللہ! ہم تجھ سے ہمیشہ عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں، یارب العالمین!

سنن میں نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"لزوالُ الدنيا أهونُ على الله من قتْل مؤمنٍ بغير حق".

”اللہ تعالیٰ کے یہاں پوری دنیا کا مٹ جانا ایک مومن کے ناحق قتل ہو جانے سے زیادہ ہلکا ہے“۔

سنن میں ہی ہے :

"كلُّ ذنبٍ عسى الله أن يغفره، إلا الرجل يقتلُ المؤمنَ متعمدًا، أو الرجل يموت كافرًا".

”ہر گناہ کے بارے میں اللہ سے امید ہے کہ اللہ اسے معاف کر دیں گے، ماسوائے اس شخص کے جو مومن کو قصداً قتل کرے، یا اس شخص کے جو کفر کی حالت میں مرے“۔

اس معاملے کی خطرناکی سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ ایک مسلمان امام منذری رحمہ اللہ کی کتاب "الترغیب والترھیب" میں باب "الترھیب من قتل النفس التی حرم اللہ إلا بالحق" ("جس جان کو اللہ نے حرام کیا، اسے ناحق قتل کرنے کے بارے میں وعیدیں") کا مطالعہ کرلے۔ دل دہلانے اور رونگٹے کھڑے کرنے کے لئے بس یہی چند صفحات کافی ہوں گے۔

مجاہدین فی سبیل اللہ کو نصیحت

بالخصوص مجاہدینِ اسلام کے لیے حضرت اسامہ بن زید اور حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہما کے قصے میں عبرت اور درس ہے؛ ان مجاہدین کے لیے جو حقیقتاً اللہ اور آخرت کے طلبگار ہیں، اور واقعی اسی کی خاطر لڑتے ہیں۔ وہ کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (القصص:۸۳)

"آخرت کا یہ گھر ہم نے اُن لوگوں کے لئے (تیار) کر رکھا ہے جو زمین میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور (نیک) انجام تو پرہیز گاروں ہی کا ہے"۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ (المائدۃ:۵۴)

"اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں، اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا اور جاننے والا ہے"۔

میں یہاں یہ دونوں قصے محض اپنی اور آپ کی یاد دہانی کے لیے ذکر کئے دیتا ہوں۔ قارئین کرام شروحاتِ حدیث کی طرف رجوع فرمائیں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ ان قصوں میں فقہ کے کیسے کیسے گوہر پنہاں ہیں اور علماء نے کیسے کیسے موتی ان سے نکالے ہیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا قصہ

بخاری اور مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جہینہ قبیلے کی حرقہ نامی شاخ کی طرف بھیجا۔ ہم صبح ہی قوم پر چڑھ آئے اور انہیں شکست سے دوچار کیا۔ پھر میں نے اور ایک انصاری نے ان میں سے ایک شخص کو جا پکڑا۔ جب ہم اس پر غالب آگئے تو اس نے لا الہ الا اللہ بول دیا۔ انصاری نے یہ سنتے ہی ہاتھ کھینچ لیا جبکہ میں نے اس کے جسم میں اپنا نیزا گھونپا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ ہمارے لوٹنے پر نبی اکرم ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے (مجھ سے) فرمایا:

يا أسامة أقتلته بعد ما قال لا إله إلا الله؟

”اے اسامہ! تو نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کیا؟“

میں نے کہا:

يا رسول الله إنما كان متعوذاً.

”اے اللہ کے رسول! اس نے جان بچانے کے لئے (کلمہ) کہا تھا؟“

آپ ﷺ نے پھر فرمایا:

أقتلته بعد ما قال لا إله إلا الله؟

”کیا تو نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کیا؟“ آپ ﷺ لگاتار یہ جملہ دوہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش! میں اس دن سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوتا۔

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کا قصہ

بخاری و مسلم میں بدر کے دن نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک رہنے والے حضرت مقداد بن عمرو کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

"اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کیا فرماتے ہیں کہ جب میں کسی کافر کو پاؤں اور ہم لڑ پڑیں، ایسے میں وہ میرا ہاتھ تلوار کی ضرب سے کاٹ ڈالے اور درخت کی اوٹ میں جا چھپے۔ اور پھر کہے کہ میں اللہ کے لیے مسلمان ہو گیا، کیا میں اس کہنے کے بعد اسے قتل کر دوں؟" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسے قتل نہ کرنا"۔ (میں نے) کہا: "اے اللہ کے رسول! اس نے تو میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا اور کاٹنے کے بعد یہ بات کہی۔ (اس کے باوجود) کیا میں اسے قتل نہ کروں؟" (آپ ﷺ نے) فرمایا:

لا تقتله، فإن قتلته فإنه بمنزلتك قبل أن تقتله وأنت بمنزلته قبل أن يقول كلمته التي قال.

"اسے قتل نہ کرنا، اگر تم نے اسے قتل کیا تو وہ اس مرتبے پر ہوگا جس پر تم اسے قتل کرنے سے پہلے تھے۔ اور تم اس مرتبے پر ہوگے جس پر وہ کلمہ ادا کرنے سے پہلے تھا"۔

بلا تحقیق مومن کو قتل کر ڈالنے پر قرآن کی گرفت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ (النساء:۹۴)

"مومنو! جب تم اللہ کی راہ میں باہر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تمہیں سلام کرے، اُس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرو، پس اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔ تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے، پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو (آئندہ) تحقیق کر لیا کرو اور جو عمل تم کرتے ہو، اللہ کو سب کی خبر ہے"۔

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت مذکورہ (وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ اَلۡقٰۤی اِلَیۡکُمُ السَّلٰمَ لَسۡتَ مُؤۡمِنًا) کے بارے میں فرماتے ہیں:

"كان رجل في غُنَيْمَةٍ له فلحقه المسلمون فقال السلام عليكم، فقتلوه وأخذوا غُنَيْمَتَه، فأنزل الله في ذلك إلى قوله : ﴿تبتغون عرض الحياة الدنيا﴾ : تلك الغنيمة".

"ایک شخص اپنی بھیڑ بکریوں کے ساتھ تھا کہ مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا۔ اس نے السلام علیکم کہا لیکن انہوں نے اسے قتل کرکے اس کی بھیڑ بکریاں لے لیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اس جملے تک نازل کیں ﴿اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ تم دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرو﴾، جس سے مراد وہ بھیڑ بکریاں ہیں"۔

مسلمانوں کے اموال اور عزتوں کی حرمت

مسلمانوں کی جانوں کی طرح ان کے اموال واملاک بھی حرام ہیں اور یہ امر بھی تمام مسلمانوں کے یہاں معروف ومعلوم ہے۔ یہ تمام امور نبی ٔ اکرم ﷺ کے اس فرمانِ مبارک نے اکٹھے کردیئے ہیں کہ:

"كلُّ المسلم على المسلم حرامٌ دَمُهُ وماله وعِرضه".

"ہر مسلمان تمام کا تمام دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عفت"۔[6]

مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے اور ڈرانے دھمکانے کی حرمت

اسی طرح مسلمانوں کو تکلیف اور نقصان پہنچانا بھی حرام ہے۔ بلکہ ان پر ناحق دہشت مسلط کرنا، انھیں ڈرانا اور ان کے دلوں پر رعب طاری کرنا بھی حرام ہے۔ (یاد رہے کہ جہاں بھی

[6] صحيح المسلم؛ كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله

شریعت مطہرہ نے ایسا کرنے کی واضح اجازت نہ دی ہو، وہاں ایسا کوئی کام کرنا "ناحق" کی تعریف میں شامل ہے۔) کسی مسلمان کو فقط ڈرانے کی حرمت کے متعلق ایک روایت پڑھتے چلیے۔

"وعن النعمان بن بشير رضي الله عنهما قال كنا مع رسول الله صلى الله عليه و سلم في مسير فخفق رجل على راحلته فأخذ رجل سهما من كنانته فانتبه الرجل ففزع فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم لا يحل لرجل أن يروع مسلما".

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ دریں اثناء ایک شخص اپنی سواری پر ہی سو گیا۔ ایک دوسرے شخص نے چھپکے سے اس کے ترکش سے اس کا ایک تیر نکال لیا۔ جب وہ جاگا تو (اپنے ترکش سے تیر غائب دیکھ کر) گھبرا اٹھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب یہ دیکھا تو) فرمانے لگے: "کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو ڈرائے (یا گھبراہٹ میں مبتلا کرے)"۔[7]

پس ایسے تمام امور کا حرام ہونا معروف و مشہور ہے۔ ہر کس و ناکس کو علم ہے کہ شریعت ان امور سے منع کرتی ہے، روکتی ہے، خبردار کرتی ہے اور ان کی سنگینی بیان کرتی ہے۔ یہاں طوالت سے بچنے کے لئے اور تفصیلی دلائل کے واضح اور معروف ہونے کے سبب بحث مزید لمبی نہیں کریں گے، والحمد للہ رب العالمین۔

---

[7] الترغيب والترهيب؛ كتاب الأدب، باب الترهيب من ترويع المسلم

فصل: قتلِ حق وناحق کے معاملے میں تین رویئے

بہت سے لوگ دیگر مسائل کی طرح قتلِ حق وناحق کے مسئلے میں بھی دو انتہاؤں پر ہیں، جبکہ بعض کو اللہ تعالیٰ نے اعتدال کی راہ اختیار کرنے کی توفیق دی ہے۔

ا۔ قتلِ ناحق کا بے دریغ ارتکاب کرنے والے

ایک طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس حرام امر کی شدید وعیدوں کو اور سنگین انجام سے خبر دار کرنے والے صریح دلائل کو در خوئے اعتنانہ سمجھا۔ انہوں نے مسلمانوں کا خون بہایا اور ان کی حرمتیں پامال کیں، نہ تو اللہ سے خوف کھایا اور نہ ہی اللہ کی تعظیم کی۔ ان میں آج کے فرعونی ائمہ کفر طاغوتی حکمران بھی شامل ہیں -اللہ کی لعنت ہو ان پر-، نیز زندیق بھی ہیں، فاجر وجابر لوگ بھی ہیں، انسانیت سے عاری فاسق بھی ہیں، ڈاکو اور رہزن بھی ہیں اور بعض علاقوں میں جاہلی قوم پرست قبیلے بھی ہیں۔ بعض ممالک میں حد سے تجاوز کرنے والے خوارج بھی انہی میں شامل ہیں۔

یہ سب -نعوذ باللہ- ہلاکت کے گڑھوں میں گر جانے والے ہیں، ماسوائے جسے اللہ کی رحمت بچا لے۔

۲۔ فرض قتل و قتال سے بھی ہاتھ روکنے والے

دوسری طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان دلائل کو دیکھ کر اپنے ہاتھ ہر قسم کے قتل و قتال سے کھینچ لیے۔ یہ لوگ ان وعیدوں کو سن کر ان حالات میں بھی قتل و قتال سے رک گئے جہاں اللہ نے نہ صرف قتل و قتال کی اجازت دی ہے بلکہ فرض تک کیا ہے۔ چنانچہ یہ فرض جہاد سے ہی رک گئے، یعنی مرتدین اور ان کی افواج کے خلاف جہاد اور ان مسلح گروہوں (طوائفِ ممتنعہ) کے خلاف جہاد جنہوں نے اسلامی شریعت کے واضح احکام سے بزور وطاقت روگردانی کی۔ انھوں نے اس فریضے سے جان چھڑانے کے لئے یہ بہانہ اپنایا کہ اس میں خونِ ناحق بہنے اور مسلمانوں کے املاک واموال کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، جبکہ مسلمانوں کو تو ایذا پہنچانا اور دہشت زدہ کرنا بھی ناجائز ہے!

پھر ان سے بعض تو ایسے ہیں جن کی عزیمت خواتین سے بھی کمتر ہے، جو جنگ میں قتل اور موت کو باعثِ ملامت سمجھتے ہیں۔ انہیں نہ تو میدان میں اترنا آتا ہے، نہ ہی تیغ زنی اور گھڑ سواری کے فنون کا کچھ علم ہے۔ شہری خوشحالی، آسائش و آرام اور لذت سے ان کے جسم پلپلے پڑ گئے اور جلدیں نرم ہوگئی ہیں۔ وہ کفار کے ساتھ بقائے باہمی کی تہذیب اختیار کئے، حقیر ذاتی منصوبوں میں ہی مگن ہیں۔ وہ منصوبے جو بقائے باہمی کے مزعومہ فطری اصولوں پر مبنی ہیں؛ جن میں وطن، دنیاوی ترقی، قومی سلامتی، امن وامان اور بہبودِ عوام کے بت پوجے جاتے ہیں، چاہے یہ سب دین کے زوال کا موجب ہی کیوں نہ بنیں اور دین کی رسی کو کتنا ہی کمزور کیوں نہ کردیں۔یوں محسوس ہوتا ہے گویا قرآنِ کریم کی یہ آیتِ مبارکہ انہی کے اوصاف بیان کررہی ہے:

﴿اَوَمَنۡ يُّنَشَّؤُا فِى الۡحِلۡيَةِ وَهُوَ فِى الۡخِصَامِ غَيۡرُ مُبِيۡنٍ﴾ (الزخرف:۱۸)

"کیاوہ جو زیورات میں پرورش پائے اور جھگڑے کے وقت بات نہ کر سکے"۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کا گمراہ ترین مبلغ مشہور ویب سائٹ پر لکھتا ہے کہ امن توحید سے بھی مقدم اور اہم ہے۔ اللہ اسے غارت کرے۔ پھر وہ اپنی بات کے حق میں قرآن کی یہ آیت پیش کرتا ہے کہ:

﴿وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجۡنُبۡنِىۡ وَبَنِىَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ﴾ (ابراھیم:۳۵)

"اور جب ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! اس شہر کو (لوگوں کے لئے) امن کی جگہ بنا دے، اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش کرنے سے بچائے رکھ"۔

یہ جھوٹا شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے اور اپنے بچوں کے لئے شرک سے پناہ مانگنے سے قبل شہر میں امن کا سوال کیا، لہٰذا یہ آیت اس کی رائے کی تائید کرتی ہے! انہی جیسوں کے بارے میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"إذا رأيتم الذين يَتَّبِعُونَ ما تَشَابَهَ منه فأولئك الذين سَمَّى الله فَاحْذَرُوهُمْ".

”جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن میں متشابہ اقوال کو پکڑتے ہیں تو جان لو کہ یہی ہیں جن کا ذکر اللہ نے کیا ہے، اور ان سے خبر دار رہو“۔

درج بالا حدیث بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڤ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (ال عمران:۷)

”وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی۔ اس کی بعض آیتیں محکم ہیں (اور) وہی اصلِ کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں۔ سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے، وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مرادِ اصلی کا پتہ لگائیں حالانکہ مرادِ اصلی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور جو لوگ علم میں دستگاہِ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اُن پر ایمان لائے، یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ اور نصیحت تو عقلمند ہی قبول کرتے ہیں“۔

ایسے لوگوں میں خواہشات کے پجاری دیگر افراد بھی شامل ہیں۔ ان تمام کی عاقبت نا اندیشی سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

۳۔ مجاہدین کی اختیار کردہ راہِ اعتدال

ان دونوں انتہاؤں یعنی افراط و تفریط سے بچاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کو اس معاملے کے علم، فقہ اور بصیرت سے نوازا اور درست طرزِ عمل کی طرف ان کی رہنمائی کی۔ پس انہوں نے ہر حکم کو اس کے درست مقام پر رکھا۔ انہوں نے اللہ کی خاطر دوستی اور دشمنی کو حق کر دکھایا، مکمل دین کو قائم کیا اور مقدور بھر کوشش کرتے ہوئے اور اپنے مولیٰ سے مدد مانگتے ہوئے ہر زاویے سے دین پر عمل کی سعی کی۔ انھوں نے وقت کا اہم ترین فرض پہچانا اور اسے ادا کیا۔ وہ عصرِ حاضر کے اس عظیم فتنۂ ارتداد کے سامنے سینہ سپر ہوگئے۔ پس

جس طرح انہوں نے اللہ کے دشمن ظالم صلیبیوں، یہودیوں، ہندوؤں اور ان دیگر کافروں کے خلاف جہاد کیا جو دیار اسلام پر حملہ آور ہوئے، اسی طرح وہ مسلمانوں پر مسلط مرتد حکومتوں کے سامنے بھی ڈٹ گئے۔ جہاد و قتال کے اس مبارک فرض کو نبھاتے ہوئے بھی ان کی انتہائی کوشش رہی کہ مسلمانوں کی جانیں اور ان کے اموال واملاک محفوظ رہیں، ان کا احترام اور ان کی حرمتوں کا پاس کیا جائے اور ان کو نقصان پہنچانے سے حد درجہ پرہیز کی جائے۔ انہوں نے بیک وقت قتلِ ناحق سے بچنے اور فرض قتل و قتال بجالانے کی کوشش کی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کو اپنا مولیٰ جانتے ہوئے آگے بڑھتے رہے، جس نے ان کے لئے اجر اور نصرت کا وعدہ کر رکھا ہے۔

فصل: عوامی مقامات پر دھماکے کون کرتا ہے؟

اب تک کی بحث سے معلوم ہوا کہ اس طرح کے دھماکے کرنا مجاہدین کا کام نہیں اور یہ حرکت وہی کر سکتا ہے جو اللہ اور یومِ آخرت کا منکر ہو۔ یہ تو محض اللہ کے دشمنوں کا شیوہ ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ یہ براہ راست اللہ کے دشمن کافروں کا عمل ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ دھماکے بلیک واٹر اور دیگر جرائم پیشہ خفیہ اداروں کے ذریعے کروائے گئے ہوں، جن کی پاکستان میں سرگرمیاں گزشتہ عرصے میں بہت زیادہ بڑھ چکی ہیں، حتیٰ کہ ان کی خبریں عوام الناس تک میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے قصے زبان زدِ عام ہو چکے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان کی سازشوں کو انہی پر الٹ دے۔

اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دھماکے ان کے علاوہ دیگر خفیہ جاسوس اہلکاروں کے ذریعے کروائے گئے ہوں۔ یا پھر یہ پاکستانی خفیہ ادارے آئی ایس آئی یا ان کے بعض مجرم اور خبیث جرنیلوں کے تابع مجرمانہ گروہوں کی کارستانی ہو۔

عوام المسلمین کا قتلِ عام، خفیہ ایجنسیوں کا پرانا ہتھکنڈا

جنگوں میں یہ معاملہ پیش آنا کوئی اچھنبے کی بات نہیں بلکہ عین متوقع ہے۔ دشمنوں نے اس طرح کی بہت سی کارروائیاں اس سے قبل افغانستان، عراق، الجزائر اور دیگر علاقوں میں کیں۔ ان واقعات میں کفار و مرتدین کے ملوث ہونے کے قطعی دلائل بالعموم تلاش کرنے کے باوجود بھی نہیں مل پاتے، کیونکہ یہ خفیہ ہاتھ اپنا سراغ مٹانے کے فن میں ماہر ہوتے ہیں۔ لیکن یہ کارروائیاں اپنی مخصوص علامتوں اور خدوخال سے پہچانی جاتی ہیں اور جنگی امور کے ماہرین اور اس میدان میں رہنے والوں پر ان کی حقیقت مکمل عیاں ہے۔

یہ قتل و غارت بھی ایک آزمائش ہے

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ یہ بات بخوبی ذہن نشین کر لیں اور مجاہدین کو چاہیے کہ اس امر کو خوب واضح کریں، لوگوں کو خبردار بھی کریں اور انہیں سمجھائیں بھی۔ ہمیں جان لینا چاہیے کہ یہ انہی آزمائشوں میں سے ایک ہے جس میں اللہ رب العزت اپنے بندوں کو پرکھنے کے لیے مبتلا

کرتے ہیں؛ تاکہ وہ دیکھ لیں کہ کون ہے جو بر بنائے غیب اللہ اور اس کے رسول کی نصرت کرتا ہے، اللہ کے دین کی نصرت کرتا ہے، حق اور حق والوں کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور اس قسم کے فتنوں سمیت کسی بھی وجہ سے جہادِ حق، اعلائے کلمۃ اللہ اور نفاذِ شریعت کی راہ سے پیچھے نہیں ہٹتا، اور نہ ہی مجاہدین کی مقدور بھر نصرت و مدد کرنے سے باز آتا ہے، اور کون ہے جو اس کے برعکس اللہ کے دشمنوں کی صف میں جا کھڑا ہوتا ہے، ونعوذ باللہ من ذلک۔

﴿إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ﴾ (الأعراف:۱۵۵)

"یہ تو تیری آزمائش ہے، اس کے ذریعے تو جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت بخشے۔ (اے پروردگار!) تو ہی ہمارا کارساز ہے، تو ہمیں (ہمارے گناہ) بخش دے اور ہم پر رحم فرما، اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے"۔

پس ایک قوی، بیدار مغز، فہمِ دین کا حامل اور مقدور بھر جہاد کرنے والا بندۂ مومن ہر شے کو اس کے اصل مقام پر رکھتا ہے، معروف کو معروف جانتا ہے، اسے پسند کرتا ہے اور اس کا ساتھ دیتا ہے، اور منکر سے بغض رکھتا ہے اور حسبِ قدرت اسے روکنے کی سعی کرتا ہے۔

ان دھماکوں کے ذریعے امت کو مجاہدین سے متنفر کرنا مقصود ہے

لہٰذا ہمارے سامنے یہ نہایت واضح امر ہے کہ یہ دھماکے اللہ کے کافر دشمنوں کی کارستانیوں میں سے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ مجاہدین کی طرف انہیں منسوب کر کے مسلمانوں کو ان سے متنفر کریں اور اس طرح مجاہدین اور ان مسلمان عوام کے درمیان کھوٹ پیدا کریں جو ان کی مدد کرتے ہیں اور اپنی آغوش میں انہیں پناہ دیتے ہیں۔ دشمن تو یہ چاہتا ہے کہ پاکستان اور دنیا بھر میں مجاہدین کی ساکھ خراب ہو، امتِ مسلمہ کو جہاد سے ڈرایا جائے، امت کے عزم کو توڑا جائے اور اسے جہاد کے نتیجہ خیز ہونے سے مایوس کر دیا جائے!

ایسے دھماکے کرنا صلیبی افواج اور بلیک واٹر ہی کا کام ہے

ان کے یہ مقاصد کسی بھی سمجھدار شخص سے مخفی نہیں۔ چنانچہ شیخ مصطفی ابویزید حفظہ اللہ اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں کہ:

"تمام مسلمانوں کو اچھی طرح یہ بات جان لینی چاہئے کہ مجاہدین سے ایسے گھٹیا اور مکروہ افعال کا صادر ہونا محال ہے، کیونکہ مجاہدین تو راہِ جہاد پر نکلے ہی اس لئے ہیں کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے دین، ان کی سرزمین، عزت وناموس اور جان ومال کا دفاع کر سکیں، جسے صلیبیوں اور ان کے مرتد اتحادیوں نے مباح قرار دے رکھا ہے اور جن کے ہاتھ مسلم لہو سے رنگے ہوئے ہیں...... ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بم دھماکے اللہ کے دشمن صلیبیوں اور ان کی اتحادی حکومت اور اداروں کی کارستانی ہے، اور ان کی مکروہ جنگ کا حصہ ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہ تو وہی لوگ ہیں جو کسی مومن کے متعلق کسی عہد اور ذمے کا لحاظ وپاس نہیں رکھتے اور نہ انھیں کسی مومن کی حرمت کا کوئی احساس ہے، بلکہ ان کے نزدیک تو مسلمانوں کا لہو کوئی قدر وقیمت نہیں رکھتا۔

تمام لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ اس مجرم وفاسد حکومت اور اس کے سیکیورٹی اداروں کی حمایت اور اجازت سے "بلیک واٹر" اور دیگر غیر سرکاری خفیہ ایجنسیوں نے پاکستان میں ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ پاکستان اب ان کے لئے کھلی شکار گاہ بن چکا ہے۔ یہی لوگ ایسے مکروہ جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں اور ذرائع ابلاغ کے زور پر انھیں مجاہدین کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں، تاکہ ایک طرف مسلمانوں کی نسل کشی سے انھیں تسکین ملے اور دوسری طرف ان دھماکوں کے ذریعے مجاہدین کی کردار کشی کی جاسکے۔ (ہر دولحاظ سے ان کا فائدہ اور مسلمانوں کا نقصان ہے۔)

درج ذیل اشارے اس بات کو مزید واضح کرتے ہیں کہ مذکورہ بم دھماکے انھی کے کئے دھرے ہیں:

الف) عراق وافغانستان میں یہی سیاست کئی مرتبہ دہرائی جاچکی ہے، اور اب یہ ذلیل امریکی یہی پرانے حربے پاکستان کی جانب منتقل کر رہے ہیں۔ وہ متعدد مرتبہ یہ صراحت بھی کر چکے ہیں کہ وہ اپنے سابقہ تجربوں کو پاکستان میں بھی دہرائیں گے۔

ب) پھر ان مجرمانہ دھماکوں کے لئے عین وہی وقت منتخب کیا جاتا ہے جب اعلیٰ امریکی عہدیدار پاکستان کا دورہ کرتے ہیں، تاکہ وہ اپنی پریس کانفرسوں میں یہ کہہ سکیں کہ ان دھماکوں کے ذمہ دار وہی "دہشت گرد" ہیں جن کے ٹھکانوں پر ہم ڈرون حملے کرتے ہیں۔ اور یہ دعوی کر سکیں کہ امریکا تو دراصل ان دہشت گردوں (یعنی مجاہدین) کے خاتمے کے لئے پاکستانی عوام اور حکومت کی مدد کرنا چاہتا ہے۔

ج) پاکستان کے صحافتی حلقوں نے بھی یہ بات نقل کی ہے کہ بلیک واٹر کے اہلکاروں اور مغربی سفارتکاروں سے اسلام آباد میں اسلحہ اور دھماکہ خیز مواد ضبط کیا گیا۔ اور یہ سب اچانک ہی رونما ہو گیا...... جس کے فوراً بعد اس معاملے کو دبانے کی کوشش کی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی مخفی سازشیں اور جرائم کہیں بڑھ کر ہیں۔ یہ لوگ (اللہ انہیں غارت کرے) ہر اس عالم، داعی، معزز شہری، دانشور، لکھاری اور صحافی کی ٹارگٹ کلنگ کے منصوبے رکھتے ہیں جو مجاہدین کی مدد کرتا ہو یا ان سے ہمدردی رکھتا ہو۔

د) ان تمام دھماکوں میں ایسی گاڑیاں استعمال کی گئی ہیں جنھیں دھماکہ خیز مواد سے بھر کے بازاروں میں کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ دنیا بھر کی خفیہ ایجنسیاں دہشت گردی کی وارداتوں کے لئے عموما یہی طریقِ کار استعمال کرتی ہیں۔ اور ایسے کتنے ہی دھماکے یہ مجرمین پہلے عراق وغیرہ میں کروا چکے ہیں"۔

پھر آپ اپنی بات سمیٹتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میرے مسلمان بھائیو! ان مجرمانہ حرکتوں کا مرتکب وہی دشمن ہے جو قبائلی علاقوں اور افغانستان میں مسلمانوں کی آبادیوں، گھروں اور مسجدوں پر کئی ٹن بھاری بم برساتا پھرتا ہے"[8]۔

---

[8] ادارہ "السحاب" کی طرف سے شائع کردہ شیخ مصطفی ابویزید حفظہ اللہ کے انٹرویو سے اقتباس

ہماری مرتد حکومتیں اور مکروہ خفیہ ایجنسیاں بھی اس جرم میں شریک ہیں

میں آپ ہی کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتا ہوں کہ اس مجرمانہ فعل کے مرتکب وہی ہیں جنہوں نے لال مسجد کو اس کے پاکباز نمازیوں اور کتاب اللہ پڑھنے والے طلبہ وطالبات سمیت ڈھایا، جنہوں نے سوات اور وزیرستان میں کمزور شہریوں اور نہتے عوام پر بم برسائے اور ان کے گاؤں کے گاؤں ملیامیٹ کیے، جنہوں نے دو سو سے زائد معصوم فقیروں کو قتل کیا جو قندوز میں آئل ٹینکروں کے پاس جمع ہوئے تھے اور جنہوں نے ہرات اور غزنی سمیت متعدد علاقوں میں سینکڑوں افراد کو قتل کیا۔

ایسی کارروائیاں کرنے والے مجاہد نہیں ہو سکتے

حاصلِ کلام یہ ہے کہ معروف اور معتبر جہادی تنظیموں میں شامل مجاہدین اس طرح کے کام نہیں کر سکتے، والعیاذ باللہ۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ انہیں ایسی غلطیوں سے کوسوں دور رکھے، ان کی حفاظت کرے اور انہیں ثابت قدم رکھے، اور ہم سب کو ایسے فتنوں کے شر سے محفوظ رکھے، آمین۔

ہمارا اور تمام مجاہدین کا مؤقف یہ ہے کہ خدانخواستہ کوئی گروہ اگر اس قسم کی مجرمانہ حرکت کا عمداً اور قصداً مرتکب ہو تو اس حرکت کے بعد اسے جہادی گروہ نہ کہا جائے گا، بلکہ وہ ایک منحرف، گمراہ اور کج رو گروہ ہو گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی، عافیت اور سلامتی کے طلبگار ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے اس کے غضب اور ناراضی کے موجب اعمال سے پناہ مانگتے ہیں۔

اگر کوئی مجاہد بھی یہ کام کرے تو گمراہ اور مجرم قرار پائے

لہٰذا اگر یہ امکان باقی بھی ہو کہ یہ دھماکے ایسے لوگوں نے کیے ہیں جو اپنے آپ کو اسلام، شریعت اور جہاد کی طرف منسوب کرتے ہیں، تو ہم گواہی دیتے ہیں کہ اگر کسی نے ایسا عمل عمداً اور قصداً کیا ہے تو وہ منحرف، گمراہ، کج رو اور حد سے گزر جانے والا ہے۔ وہ مجاہد نہیں بلکہ فسادی اور مجرم ہے۔ اس کے ہاتھ روکنے چاہیے اور اس پر شرعی سزا نافذ کی جانی چاہیے۔ وگرنہ ساروں پر اللہ

تعالیٰ کا غضب، ناراضی اور سزا واجب ہو جائے گی۔ یہ در حقیقت نہایت کمزور امکان ہے، والحمد للہ، اور مجاہدین اس سے کہیں بالاتر ہیں۔ میں نے محض حکم بیان کرنے اور شرعی موقف واضح کرنے کی خاطر اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اور سب مجاہدین کو خطا سے دور اور گمراہ کن فتنوں سے محفوظ رکھے۔ اور جہاد کے میدانوں کو اس قسم کی گمراہیوں سے پاک ہی رکھے، آمین۔

کہیں یہ دھماکے مجاہدین کی اتفاقی غلطی سے تو نہیں ہوئے؟

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ: کیا اس بات کا امکان موجود ہے کہ یہ دھماکے بعض مجاہدین سے بر بنائے غلطی ہوئے ہوں، نہ کہ قصداً؟

تو میں کہوں گا کہ: اس قسم کے حادثات کا اہلِ استقامت مجاہدینِ حق اور پابندِ شرع مقاتلین سے -چاہے محض غلطی کی بنا پر ہی کیوں نہ ہو- واقع ہونا نہایت نادر الوقوع اور بعید از امکان ہے۔ اگرچہ اس قسم کے واقعات کا جنگوں اور ہر قسم کے بشری کاموں میں رونما ہونے کا امکان موجود ہوتا ہے، لیکن یہ نہایت کمزور امکان اور نادر الوقوع امر ہے کہ ایک تیار بارود بھری گاڑی کسی ہدف کی طرف جا رہی ہو اور عارضی انسانی غلطی کی وجہ سے یا غیر مقصود وجہ سے پھٹ جائے۔ اب چونکہ اس قسم کے واقعے کا جنگوں میں امکان رہتا ہے تو اگر تو واقعی کسی بالکل ہی اتفاقی و غیر مقصود غلطی کے سبب ایسا دھماکہ ہوا ہو تو یہ ان مصیبتوں اور آزمائشوں میں گردانا جائے گا جو اس کے علاوہ قدرتی آفات اور اتفاقی حادثات کی صورت میں بھی انسانوں کو پیش آجاتی ہیں۔ یہ مصائب کبھی انسانی ہاتھوں کا نتیجہ ہوتے ہیں اور کبھی انسانی مداخلت کے بغیر براہِ راست اللہ کی قدرت سے رونما ہوتے ہیں۔ ان دونوں طرح کے مصائب اللہ رب العزت کی قدرت سے آتے ہے اور اللہ کے ہر فیصلے میں کوئی کامل حکمت اور اِتمام حجت موجود ہوتی ہے۔

لیکن چونکہ ہم مجاہدین کو قریب سے جانتے ہیں، اس لئے اپنی براہِ راست معرفت کی بنیاد پر ہم یہ بات کہتے ہیں کہ یہ کارروائیاں مجاہدین کی کسی خطا یا اتفاقی غلطی سے نہیں ہوئی ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ قتل و قتال کے امور میں مجاہدین کس قدر پابندِ شرع، امانت دار اور محتاط ہیں، والحمد للہ۔ رہے

وہ دور بیٹھے لوگ جو مجاہدین کو نہیں جانتے، تو انہیں چاہیے کہ اللہ کی راہ میں مجاہدین، اہلِ شریعت اور اس کی طرف بلانے والوں کے ساتھ انصاف کریں اوران سے حسنِ ظن رکھیں۔ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مجاہدین ایک کافر، ظالم، جھوٹے، افتراپرداز دشمن اور اس کے مجرمانہ ابلاغی ذرائع کے نیزوں کی زد میں ہیں۔ انہیں چاہیے کہ ان دھماکوں کے حوالے سے ان دیگر صورتوں پر بھی غور کریں جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ نیز دشمن کی طرف سے اس قسم کی مکروہ حرکتوں کے دہرائے جانے اور دشمن کی اس معروف ومشہور طے شدہ حکمتِ عملی کے درمیان ربط اور جوڑ پر غور کریں جس کا مقصد مجاہدین کو ان عوام سے دور کرنا ہے جو ان کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ یہ تو کفار کا وہ مطلوبہ ہدف ہے جسے وہ بھی مخفی نہیں رکھتے، بلکہ بار بار اس کا اعلان کرتے ہیں۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

کیا یہ کوئی معقول بات ہے کہ مجاہدین خود ہی ایسی کارروائی کریں جو لوگوں کو ان سے متنفر کردے، انہیں اسلام کی دعوت قبول کرنے اور جہاد کی طرف آنے سے روکے، اور عوام الناس کے دلوں میں داعیانِ اسلام اور مجاہدین کے لیے بغض ونفرت کے جذبات کو جنم دے؟ اور کارروائی بھی کس کے خلاف؟ اپنی ہی قوم، قبائل اور عوام کے خلاف جو ان کی آغوش اور جائے پناہ ہیں۔ کیا کسی عقلمند سے ایسی حرکت کا صدور ممکن ہے؟! (ہرگز نہیں!)

نعوذُ بالله من الخذلان، والله الموفق للصواب، ومَن يستَعنْ بالله يُعِنْهُ {ومن يعتصمْ بالله فقد هُدِيَ إلى صراطٍ مستقيم}.

فصل: مجاہدین شریعت کے پابند ہیں

مجاہدین نے اس قسم کے دھماکوں سے براءت کا متعدد بار اعلان کیا ہے، بلکہ اس سے کمتر واقعات کو روکنے کے لیے بھی بیانات جاری کیے ہیں، حالانکہ بعض دفعہ ان کے لیے توجیہ پیش کیے جانے کا امکان بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ہم نے کفار و مرتدین، ان کی فوج اور سیکورٹی اداروں کو عوامی مقامات پر مارنے سے منع کیا ہے... یعنی بازاروں، مصروف شاہراہوں، مساجد اور ایسے ہی دیگر مقامات پر۔ اس لیے کہ یہ فعل بہت سے مسلمانوں کے قتل کا موجب بھی بنتا ہے۔ اور اگر ہم نے اپنے علماء کا اتباع کرتے ہوئے "تترس" کے مسئلہ کو بعض صورتوں میں جائز جانا ہے تو یہ بھی واضح رہے کہ اس کے ضابطے اور شرائط بھی متعین اور طے شدہ ہیں، والحمد للہ رب العالمین۔

اللہ کے فضل و کرم سے مجاہدین شریعت کے پابند ہیں۔ وہ نہ تو کسی کے ساتھ لڑتے ہیں اور نہ کسی کو قتل کرتے ہیں، سوائے اس کے جسے قتل کرنے کی شریعت اجازت دے۔ وہ فقہی احکامات اور شرعی اصولوں کے مطابق چلتے ہیں، مباح اور حرام خون کے مابین تفریق کرتے ہیں۔ وہ جرأت اور بصیرت کے ساتھ ساتھ احتیاط اور پرہیزگاری کا دامن بھی ہر دم تھامے رکھتے ہیں۔ پاکستانی طالبان، شوریٰ اتحادِ مجاہدین اور القاعدہ نے بارہا وضاحت کی ہے کہ وہ پاکستان میں صرف ان قانون نافذ کرنے والے اداروں، مرتد ریاستی فوجیوں، خفیہ اداروں، پولیس اور ریاست کی تمام عسکری و نیم عسکری قوتوں کو ہدف بناتے ہیں؛ جو ریاست کی حفاظت اور پہرہ داری پر مامور ہیں، اور جن سے براہ راست کفریہ ریاستی نظام کو تقویت ملتی ہے۔ اسی طرح ہم ریاست کے ان کافر سیاست دانوں کو بھی ہدف بناتے ہیں جو اللہ، اس کے دین اور اس کی شریعت کے خلاف برسرِ جنگ ہیں۔ نیز مجاہدین اپنی تمام کارروائیوں میں زمینی حقائق سے باخبر رہتے ہوئے حد درجہ احتیاط سے کام لینے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کام کے جائز ہونے، نہ ہونے کے معاملے میں شبہہ ہو، اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ مجاہدین یہ حقیقت جانتے ہیں کہ امت مسلمہ ایسی حالت میں مبتلا ہے جس میں سر کو پاؤں سے پہچاننا بھی مشکل ہے اور معاشروں میں بدکردار نیکوکار سب گھل مل گئے ہیں۔ پھر مجاہدین کو معاشرے

میں پائے جانے والے شکوک وشبہات کا بھی علم ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایسے حالات کس درجہ احتیاط اور بردباری کے متقاضی ہوتے ہیں، ایسے میں نرم خوئی اور عفو ودرگزر کی کیا اہمیت ہے، اور لوگوں پر رحم کرنے اور دستِ شفقت رکھنے کی کتنی ضرورت ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ کسی مستحقِ سزا کو غلطی سے معاف کر دینا، کسی بے گناہ کو غلطی سے سزا دینے کی نسبت بہتر ہے۔ اور اس سب سے قبل، وہ خوب جانتے ہیں کہ یہی لوگ ان کی قوم، خاندان اور جائے پناہ ہیں۔ سبحان اللہ! کیا عجیب معاملہ ہے (کہ مجاہدین تو عوام المسلمین پر اس درجہ رحیم وشفیق ہیں جبکہ انھی کو عوام کا دشمن کہا جارہا ہے)؟

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ ان کے قدموں کو راہِ راست پر ثابت رکھے، اور ان کو اپنی طرف سے مدد ونصرت عطا فرمائے اور انہیں کافر قوم پر غالب کرے، آمین۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ. الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ. اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ (الحج: ۳۹-۴۱)

”جن مسلمانوں سے لڑائی کی جاتی ہے اُنھیں اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ (ضرور اُن کی مدد کرے گا، وہ) یقیناً اُن کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے ہیں، (انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا سوائے اس کے کہ) یہ کہتے ہیں: ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) خلوت خانے، (عیسائیوں کے) گرجے، (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے، ویران ہو چکی ہوتیں۔ اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے، اللہ اُس کی ضرور مدد کرتا ہے،

بیشک اللہ قوی اور غالب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں تمکین دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے منع کریں، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے"۔

اور فرمایا:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (النور:۵۵)

"تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انھیں ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا، جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا فرمائی تھی، اور یقیناً ان کے لئے ان کے دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جمادے گا جسے وہ ان کے لئے پسند فرما چکا ہے، اور ان کے خوف وخطر کو امن وامان سے بدل دے گا، کہ میری عبادت کرتے رہیں گے (اور) میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں تو یقیناً وہ فاسق ہیں"۔

والحمدلله رب العالمين وصلى الله وسلم وبارک على نبيه محمد وآله وصحبه ومن تبعهم باحسان!

﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ﴾ (المائدۃ:۳۲)

"اس (قتل) کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جس شخص نے کسی کو (ناحق) قتل کیا، (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے، اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اُس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا اور ان لوگوں کے پاس ہمارے پیغمبر روشن دلائل لے کر آئے ہیں، پھر اس کے بعد بھی ان میں بہت سے لوگ ملک میں دست درازی کرتے ہیں"۔